ایک تجزیہ

مسلم پرسنل لا چند قابل توجہ امور

مفتی کلیم رحمانی، پوسد

مسلم پرسنل لا کے متعلق سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ نام نہ قرآن سے ماخوذ ہے اور نہ حدیث سے، اور نہ اسلامی فقہ سے اور نہ اسلامی تاریخ سے، بلکہ یہ نام ہندوستان کے دستور کے بنانے والوں نے دیا ہے، اور بڑی چالاکی اور مکاری سے انہوں نے یہ نام دیا ہے، وہ یہ کہ ہندوستان کے دستور بنانے والوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ مسلمانوں کو اسلام کے حوالے سے کوئی حق دینا نہیں ہے، اگر کوئی چیز بھیک اور خیرات میں دینی بھی ہے تو وہ مسلم قوم کے حوالے سے، نہ کہ اسلام کے حوالے سے، در اصل اس سوچ کے پیچھے ہندوستان کے دستور بنانے والوں کے پیش نظر دین اسلام کے آفاقی اور خدائی دین کے تصور کو دبانا تھا، اور اس میں بڑی حد تک انہیں کامیابی ملی ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ چند گنے چنے اہل بصیرت کو چھوڑ کر زیادہ تر علماء اور مسلمانوں نے، باطل پرستوں کے دیے ہوئے مسلم پرسنل لا کے نام کو دل و جان سے قبول کرلیا ہے، جبکہ اس نام پر شدید احتجاج کرنے کی ضرورت تھی، اور شد و مد کے ساتھ حکومت ہند کے سامنے یہ بات رکھنے کی ضرورت تھی کہ، مسلم پرسنل لا کوئی قانون نہیں ہے، اور نہ مسلم پرسنل لا کے نام سے کوئی قانون بنانا درست ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے تمام قوانین اسلام سے ماخوذ ہیں، اور اسلام کے تمام قوانین ماننے والے کو مسلم کہتے ہیں، گویا کہ قانون کے سلسلے میں اصل اہمیت اسلام کو حاصل ہے، نہ کہ مسلم کو، بلکہ لفظ مسلم اسلام کا اسم فاعل ہے یعنی اسلام کی فرمانبرداری کرنے والے کو مسلم کہتے ہیں، اور دستور ہند کے بنانے والوں نے ایک طرح سے اس ترتیب کو الٹ دیا اور اصل اہمیت انہوں نے مسلم کو دی، دراصل ان کے پیش نظر دو مقاصد رہے ہیں، پہلا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہندو مذہب اور بہت سے مذاہب قوم کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں، اور قوم کی بنیاد پر ہی چلتے ہیں، اسی طرح دین اسلام کو بھی ایک قومی مذہب کی حیثیت سے پیش کیا جائے تاکہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام کی حیثیت نمایاں نہ ہو، اور دوسرا مقصد یہ کہ چند منافق اور بے دین مسلمانوں کو مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے لئے استعمال کیا جاتا رہے۔

ایسا لگتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق کانگریس، انگریز حکومت سے زیادہ اسلام دشمن رہی ہے، اس لئے کہ ۱۹۳۷ء میں انگریز حکوت نے مسلمانوں کے لئے شریعت ایکٹ بنایا تھا، جس میں موجودہ مسلم پرسنل لا کے قوانین سے زیادہ رعایت حاصل تھی۔ اور یہ وہ دور تھا جبکہ پورے ملک میں مسلمان انگریز حکومت کے خلاف جنگ کر رہے تھے، پھر بھی انگریز حکومت نے خالص قرآنی اور دینی اصطلاح، شریعت ایکٹ منظور کرکے مسلمانوں کی مذہبی حیثیت کو تسلیم کیا تھا، اگرچہ شریعت ایکٹ میں بھی اسلام کے صرف عائلی قوانین، مثلاً نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح، عدت، ہبہ، وراثت، وصیت وغیرہ ہی کو تسلیم کیا گیا تھا، لیکن بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اس کی قانونی حیثیت موجودہ مسلم پرسنل لا سے بہت بہتر تھی۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ آزادی کے بعد ۲۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو جب ہندوستان کا دستور نافذ ہوا تو کم از کم کانگریس ۱۹۳۷ء کے شریعت ایکٹ کو جوں کا توں باقی رکھتی، لیکن کانگریس سے یہ توقع اس لئے نہیں رکھی جا سکتی کہ کانگریس نے اپنے قیام ۱۸۸۵ء سے لے کر آج تک ہر معاملے میں اسلام اور مسلم دشمنی کا ثبوت دیا ہے اور ہندو انتہا پسندوں کو خوش کرنے اور مضبوط کرنے کا کام کیا ہے، یہاں تک کہ ۱۹۸۶ء میں شاہ بانو کے مقدمے میں بہ ظاہر مسلمانوں کے موقف کی تائید کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت سے سپریم کورٹ کے فیصلے کو بدلنے کے پیچھے بھی در اصل ہندوستانی سیاست میں ہندو فرقہ پرستوں کو جوش دلانا تھا، چنانچہ اس کے فوراً بعد سے ہی ملک میں ہندو فرقہ پرستی کی سیاست بڑھی اور مضبوط ہوئی ہے، در اصل کانگریس کی یہ خاصیت رہی ہے کہ جب بھی مسلمان اس سے

کی بجائے کانگریس نے ان سے کسی نہ کسی طرح انتقام لیا ہے، اگر کانگریس شاہ بانو کے

جس میں یکساں سول کوڈ کی بات کہی گئی ہے، اور جس کی منسوخی کی مسلمان آزادی کے بعد سے ہی مانگ کرتے آرہے ہیں، در اصل نہ کانگریس کو مسلمانوں کے مسائل سے کبھی دلچسپی رہی ہے اور نہ اس نے کبھی مسلمانوں کے مسائل میں دلچسپی لی ہے، ہاں مسلمانوں کے مسائل کو اُلجھانے سے کانگریس کو ہر وقت دلچسپی رہی ہے۔ یقیناً اس وقت ہندوستان سے کانگریس کا اقتدار تقریباً ختم ہوگیا ہے اور مستقبل میں بھی کانگریس کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے امکانات بھی ختم ہو چکے ہیں، کیونکہ اس کی مرکزی، ریاستی اور مقامی قیادت تقریباً بی جے پی میں جا چکی ہے، یہاں تک کہ اس کی اونچی ذات کا ووٹ بینک بھی پورے طور سے بی جے پی میں جا چکا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کانگریس نے خود ہی اپنا ووٹ بینک بی جے پی میں منتقل کروادیا، تاکہ دیگر سیکولر پارٹیاں اقتدار میں نہ آئیں، اس لئے اس وقت کانگریس کو کوسنا اور اس کو برا بھلا کہنا سانپ کی لکیر کو پیٹنے کی مانند ہے، لیکن مسلمانوں کو مسلم پرسنل لا کے حوالے سے اپنے ماضی کی سیاسی غلطیوں کا اعتراف کرکے اس کے ازالے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔ کانگریس نے دستور میں لفظ مسلم کے ساتھ پرسنل لا کا لفظ رکھ کر بھی بہت بڑی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے، وہ یہ کہ مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان کا کوئی فرد یا کوئی قوم اسلام کے عائلی قوانین کو تمام انسانوں کے لئے یا تمام ہندوستانیوں کے لئے نہ سمجھ بیٹھے، اس لئے کانگریس نے بڑی مکاری اور چالاکی سے اس کے ساتھ مسلم پرسنل لا کا لفظ جوڑ دیا تاکہ ہندوستان کی دیگر قومیں مسلم پرسنل لا کا لفظ سن کر ہی یہ سمجھ لیں کہ یہ مسلمانوں کے ذاتی قوانین ہیں جن کا عام انسانوں اور عام ہندوستانیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے قوانین تمام انسانوں کے لئے ہیں، یہ بات اور ہے کہ اسلام کسی انسان پر ماننے کے سلسلے میں زبردستی نہیں کرتا، ہاں جس نے اسلام کو اپنا دین مان لیا ہے، اسلام ضرور اس پر زور دیتا ہے کہ وہ اسلام کے تمام قوانین کو دل وجان سے قبول کرے، یہی وجہ ہے کہ جو اسلام کے قوانین کو دل و جان سے قبول نہ کرے اسلام ایسے شخص کو مسلم شمار نہیں کرتا، چنانچہ ایمان مجمل کے حوالے سے اسلام کے تمام احکام کو قبول کرنا ضروری ہے، چنانچہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ایمان کے صحیح ہونے کے لئے متفقہ طور پر جو کلمات ضروری قرار دیے گئے ہیں وہ یہ ہیں، آمَنتُ بِاللهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَ صِفَاتِهِ وَ قَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ۔ یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے، مذکورہ کلمات ایمان کے باب میں بہت ہی ضروری اور اہمیت کے حامل ہیں، ایک طرح سے یہ کلمات ایمان کی شرائط ہیں انھیں تسلیم کئے بغیر کوئی مومن ہی نہیں ہوسکتا۔

اسلام کے عائلی قوانین کے حوالے سے مسلمانوں کی اب تک کی سیاسی، اصلاحی، تعلیمی کوشش انتہائی ناقص اور ادھوری رہی ہے، بلکہ اس سے اسلام دشمنوں کو زیادہ فائدہ پہنچا ہے اور مسلمانوں کو کم، اس کی بنیادی وجہ یہ رہی ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی قوانین یا عائلی قوانین کے حق میں جب بھی تحریک چلائی ہے تو مخالف حالات سے متاثر ہو کر چلائی ہے، چاہے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں شاہ بانو کا معاملہ ہو یا ابھی حال ہی میں سپریم کورٹ کی طرف سے حکومت سے تین طلاق کے متعلق سوال، جبکہ اسلامی قوانین کے حق میں تحریک اسلام سے متاثر ہو کر چلانے کی ضرورت ہے۔ چاہے حالات اس کے حق میں ہوں یا مخالفت میں۔

اسلام کے کسی بھی مسئلے میں اس کا نظریاتی پہلو سب سے مقدم ہوتا ہے، بدقسمتی سے مسلمان اسلامی قوانین کے حوالے سے آزادی کے بعد سے آج تک اسلام کے نظریے کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی جس اہمیت اور وضاحت کے ساتھ حکومت ہند کے سامنے اس مسئلے کو رکھنا چاہئے

مسلم پرسنل لا بورڈ، اسلامی قوانین اور دستور ہند کے حوالے سے ملک میں یہ سوال قابل

گی کہ انسان کے دستور کا حق انسان کے خالق و مالک ہی کو ہونا چاہیے نہ کہ خود انسان کو، اور اسی میں یہ بات بھی کھل کر سامنے آجائے گی کہ کوئی بھی بڑا سے بڑا انسان بھی چھوٹے سے چھوٹے انسان کا خالق و مالک نہیں ہے، ساتھ ہی دستور ہند کے حوالے سے ہندوستانیوں کے سامنے بطور جائزہ یہ بات بھی رکھنے کی ضرورت ہے کہ آزادی کے ستر سال گزرنے کے باوجود ہندستان میں عدل و انصاف و امن و امان کیوں قائم نہیں ہوا؟ جبکہ آزادی کے بعد سے آج تک ملک میں گاندھی وادیوں، امبیڈکر وادیوں، نہرو وادیوں اور پٹیل وادیوں ہی کی حکومت رہی ہے، یوں تو حکومت کے ہر شعبے میں بدعنوانی و ناانصافی پائی جاتی ہے لیکن جان و مال کے سلسلے میں وہ ظلم و ستم پایا جاتا ہے اور اس میں بھی خصوصاً مسلمانوں پر جو ہندوستانی تاریخ کے کسی بھی دور میں نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ آزادی کے بعد سے آج تک صرف ستر (۷۰) سالوں میں ایک لاکھ کے قریب ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں جن میں مرنے والے نناوے فیصد مسلمان ہی ہیں اور کچھ فسادات تو وہ ہیں جن میں ایک ایک فساد میں مرنے والے مسلمان ایک ایک دو دو ہزار کی تعداد میں رہے ہیں، جیسے ممبئی، بھیونڈی، احمد آباد، گجرات، بھاگلپور، میرٹھ، ملیانہ وغیرہ اور آسام کے شہر نیلی کے فساد میں مرنے والے مسلمانوں کی تعداد تو پانچ ہزار رہی ہے، اب ان ایک لاکھ فسادات میں مرنے والے لوگوں کی تعداد معلوم کی جائے اور سرسری طور پر ایک فساد میں مرنے والے پچاس افراد شمار کئے جائیں تو کل فسادات میں مرنے والوں کی تعداد پچاس لاکھ ہو جاتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کی ماضی کی تاریخ میں صرف ستر (۷۰) سالوں میں پچاس لاکھ انسانوں کے ناحق قتل کی تاریخ ملے گی؟ ظاہر ہے اتنے ناحق انسانوں کے قتل کی تاریخ کسی بھی دور میں نہیں ملے گی، یہاں تک انگریزوں سے جنگ کرتے ہوئے بھی پچاس لاکھ انسان نہیں مارے گئے ہوں گے، تو کیا یہ صورتحال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہندوستان کا دستور اور حکومت، ہندوستانی عوام کے جان و مال کے تحفظ کے سلسلے میں یکسر ناکام ٹھہرے ہیں، اور چند سالوں سے تو دہشت گردی کے خاتمے اور گائے کے تحفظ کے نام پر معصوم مسلمانوں پر ظلم وبربریت کی انتہا ہو چکی ہے، چاہے وہ بھوپال جیل سے چند مسلم نوجوانوں کے بھاگنے کی فرضی داستان اور پھر ان کا بہیمانہ قتل ہو، یا پھر دادری کے اخلاق احمد اور راجستھان کے پہلو خان کا ہندو انتہا پسندوں کے ذریعے بے دردی سے مار مار کر قتل۔ اس لئے ہندوستانی حکومت اور عوام کے سامنے یہ بات شد و مد کے ساتھ رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہندوستان میں عدل وانصاف انسانی قوانین کے نفاذ سے قائم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسلامی قوانین کے نفاذ سے قائم کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اسلامی قوانین اس اللہ کے بنائے ہوئے ہیں جو الرحمن الرحیم ہے یعنی بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا۔ دوسرا کام مسلم پرسنل لا کے حوالے سے کرنے کا یہ ہے کہ حکومت اور سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ دستور میں مسلم پرسنل لا کی بجائے شریعت ایکٹ یا اسلام کے عائلی قوانین کا نام درج کرے، ویسے بھی ۱۹۳۷ء سے دستور ہند میں شریعت ایکٹ ہی کا نام چلا آرہا تھا، اس لئے جس طرح حکومت ہند نے دستور میں انگریز حکومت کے دیئے ہوئے بہت سے نام جوں کے توں باقی رکھے ہیں، اسی طرح شریعت ایکٹ کے نام کو بھی جوں کا توں رہنے دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ تیسرا کام یہ ہے کہ حکومت ہند اور سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اسلام کے عائلی معاملات کے تنازعات میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت چلنے والے دار القضاء کے فیصلوں کو قانونی درجہ دے، بلکہ عائلی تنازعات میں دار القضاء کے فیصلے ہی کو آخری فیصلہ تسلیم کیا جائے، کیونکہ آزادی کے بعد سے آج تک یہ دیکھا جا رہا ہے کہ سرکاری عدالتیں اسلام کے عائلی قوانین کے خلاف فیصلے دیتی آرہی ہیں، اس کی بنیادی دو وجہ ہیں، اول یہ کہ سرکاری

ہے، اور دوسری وجہ یہ کہ بہت سے ججوں میں اسلامی قوانین کے متعلق تعصب پایا جاتا ہے۔

موجود رہے گی، تب تک ملک میں اسلامی عائلی قوانین کے خلاف اور یکساں سول کوڈ کے حق میں آواز اٹھتی رہے گی، ایک طرح سے یہ پورے ہندوستانیوں پر یکساں سول کوڈ کی لٹکتی ہوئی ننگی تلوار ہے جس کی سب سے زیادہ زد مسلمانوں پر پڑ رہی ہے۔

یقیناً مذکورہ چار کام مسلمانوں کی موجودہ دینی کمزوری اور حکومت کے تعصب کو دیکھ کر ذرا مشکل اور سخت معلوم ہوتے ہیں، لیکن مسلمان اگر اللہ پر توکل اور عزم وحوصلے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں تو یہ کام آسان ہیں، اس کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے ہندوستانی انتخابات میں ووٹ نہیں دینے کے حق کو بھی بہ طور ہتھیار استعمال کیا جاسکتا ہے، ویسے بھی آزادی کے بعد سے اب تک مسلمان جس منفی انداز میں بغیر سوچے سمجھے ووٹ دیتے آئے ہیں، اس سے وہ سیاسی لحاظ سے کمزور ہی ہوئے ہیں، اور یہاں سے اور زیادہ کمزور ہوں گے، مطلب یہ کہ اس وقت مسلمان ہندوستانی انتخابات میں ووٹ نہیں دیکر اپنے آپ کو سیاسی طور پر جتنا مضبوط اور محفوظ کر سکتے ہیں، ووٹ دے کر اتنا مضبوط اور محفوظ نہیں کر سکتے، چنانچہ ۲۰۱۴ء کے پارلیمنٹ کے الیکشن میں مسلمانوں نے ووٹوں کے ذریعے بی جے پی کو ہرانے کی جتنی زیادہ کوشش کی تو بی جے پی اتنی ہی طاقت سے پارلیمنٹ کے الیکشن میں جیت کر آئی، اسی طرح گزشتہ سال آسام میں مسلمانوں نے ووٹوں کے ذریعے جتنی طاقت کے ساتھ بی جے پی کو ہرانا چاہا، بی جے پی دو تہائی اکثریت سے اسمبلی میں جیت کر آئی، جب کہ آسام میں مسلمانوں کی آبادی پینتیس (۳۵) فیصد ہے، اسی طرح کشمیر میں جہاں مسلمانوں کی آبادی اسی (۸۰) فیصد ہے وہاں بھی نائب وزیر اعلیٰ بی جے پی کا ہے، اور ابھی حالیہ اتر پردیش کے انتخاب میں بی جے پی کی تین چوتھائی اکثریت سے کامیابی اس کی واضح مثال ہے۔

غرض یہ کہ مسلمان ووٹوں کی سیاست سے اپنے آپ کو جتنا زیادہ مضبوط اور فرقہ پرستوں کو جتنا کمزور کرنا چاہیں گے، مسلمان اتنے ہی زیادہ کمزور، اور فرقہ پرست اتنے ہی زیادہ مضبوط ہوں گے، اس کے بجائے مسلمان اگر دعوت دین کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں لیں، تو وہ سیاسی لحاظ سے بھی مضبوط و محفوظ ہوں گے، اور اگر مسلمان آزادی کے بعد سے اب تک ووٹوں کی سیاست سے بے نیاز ہو کر دیگر اقوام میں دعوت دین کا کام کرتے تو ہر سیاسی پارٹی میں مسلمانوں سے محبت کرنے والے افراد ہوتے، اور کوئی بھی سیاسی پارٹی مجموعی لحاظ سے مسلمانوں کی دشمن نہیں ہوتی، بہرحال دیر آید درست آید کے تحت کم از کم آج ہی سے ہم کو اپنے اصل کام اللہ کی بندگی سے جڑنا ہوگا، اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینی ہوگی، اسی راستے سے ماضی میں بھی مسلمان دنیا میں غالب آئے ہیں، اور حال میں بھی اسی راستے سے غالب آسکتے ہیں، اور مستقبل کا غلبہ بھی اسی راستے سے وابستہ ہے، غیر مسلموں میں دعوت دین کے ساتھ مسلمانوں میں بھی اسلام کی مکمل تعلیمات کی اشاعت کی تحریک چلانے کی ضرورت ہے، ابھی مسلمانوں نے مجموعی لحاظ سے دین اسلام کو صرف عبادات کے دین کے طور پر قبول کیا ہے، جس میں دن ورات میں پانچ نمازوں کی ادائی ہے۔ ماہ رمضان کے روزے ہیں، زکوٰۃ اور حج ہے، جب کہ دین اسلام ایک مکمل نظام زندگی کا نام ہے: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ''۔ (سورہ بقرہ: ۲۰۸) کے عنوان سے مسلمانوں کو اسلام کی مکمل رہنمائی میں لانے کی ضرورت ہے۔ ساتھ مسلمانوں میں یہ سوچ بھی عام کرنے کی ضرورت ہے کہ دین اسلام کوئی قومی اور خاندانی دین نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد عقیدہ وعمل پر ہے، جس کا عقیدہ وعمل اسلامی ہے وہی مسلمان ہے، چاہے اس کا باپ کافر ہو، اور جس کا عقیدہ وعمل اسلام کے مطابق نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے، چاہے اس کا باپ مسلمان ہو، لہٰذا اس حوالے سے بھی کوئی واضح لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا ادارہ ہی کوئی لائحہ عمل مرتب کرے تو بہتر ہے، مطلب یہ کہ ان عقائد اور اعمال کی فہرست مرتب کرکے عام کرے، جو مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے، اور ان عقائد واعمال کی

ایک مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آج سے دو ڈھائی سو سال پہلے

کے طور پر ترتیب دیا گیا تھا، اور معاشرتی طور پر کسے مسلمان تسلیم کیا جائے، اور کسے مسلمان تسلیم نہ کیا جائے یہ پانچ کلمے رہنما خطوط کے طور پر تھے، چنانچہ قاری النکاح حضرات نکاح کی مجلس میں دولہے کو یہ پانچ کلمے پڑھاتے تھے، تاکہ وہ بھی اور نکاح کی مجلس میں شریک تمام افراد بھی یہ جان لیں کہ یہ وہ کلمات ہیں، جو مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کے لئے ضروری ہیں، آج بھی معاشرتی سطح پر ان پانچ کلموں کی تفہیم اور اشاعت کی ضرورت ہے، تاکہ ہر مسلمان یہ جان لے کہ مسلمان ہونے اور مسلمان رہنے کے لئے کچھ عقائد واعمال کو ماننا ضروری ہے اور کچھ عقائد واعمال سے بچنا ضروری ہے، ساتھ ہی غیر مسلم افراد بھی یہ جان لیں کہ کوئی مسلمان صرف مسلمانوں جیسا نام رکھنے سے مسلمان نہیں ہو جاتا، بلکہ اسلامی عقائد واعمال کو ماننے سے مسلمان ہوتا ہے، اور آج کے حالات میں اس چیز کو واضح کرنا اسلئے ضروری ہوگیا ہے کہ بہت سی غیر اسلامی پارٹیاں اور ادارے صرف مسلم نما نام کے افراد کو مسلمان کی حیثیت پیش کر رہے ہیں، جب کہ ان کے عقائد واعمال غیر اسلامی ہیں

آتے ہی نہیں۔ غرض یہ کہ مسلم پرسنل لا کے حوالے سے ملک میں مکمل اسلام کی دعوت کی

استقبال رمضان المبارک

مولانا غلام محمد منصور

ہر سال رمضان کا مبارک مہینہ رحمت و مغفرت کا پیغام لے کر اور نیکیوں کا موسم بہار بن کر اہل ایمان پر سایہ فگن ہوتا ہے۔ بڑے خوش قسمت اور قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جو ایمانی جذبے سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ دن کے وقت روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے ہیں۔ پچھلے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال میں نیکی اور تقویٰ کے نئے باب کا افتتاح کرتے ہیں۔ وہ اس مہینے کو اس طرح خدا کی اطاعت و بندگی میں گزارتے ہیں گویا وہ ہمیشہ کے لیے اس کو الوداع کہہ رہے ہیں اور ممکن ہے آئندہ رمضان المبارک کے آنے سے پہلے پیام اجل آجائے اور وہ اس کی برکتوں اور رحمتوں کو حاصل کرنے کے لیے اس دنیا میں موجود نہ ہوں۔

جو لوگ نماز نہیں پڑھتے انہیں عزم کرنا چاہئے کہ رمضان میں پابندی سے نماز پڑھیں گے اور پھر مرتے دم تک نہیں چھوڑیں گے۔ جن کے اوپر حج اور زکوٰۃ فرض ہے اور وہ ان کی ادائی میں غفلت برت رہے ہیں، فیصلہ کریں کہ پہلی فرصت میں حج ادا کریں گے اور خدا کے دیے ہوئے مال میں سے غریبوں اور مسکینوں کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ جو ماں باپ، بیوی، بچوں، رشتہ داروں اور خدا کی دوسری مخلوق کے حقوق ادا نہیں کر رہے، انہیں عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ ان کی ادائی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔

جو لوگ چوری، رشوت، سودی لین دین، ناجائز کاروبار، گراں فروشی، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، جھوٹ، فریب کاری، دھوکہ دہی، شراب نوشی، زنا کاری اور اسی قسم کے دوسرے جرائم کر رہے ہیں انہیں توبہ کر کے یہ پختہ ارادہ کرنا چاہئے کہ وہ ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور پھر عمر بھر ان کے قریب نہیں جائیں گے۔ جن لوگوں کی زبانیں فحش اور گندی گالیوں سے لذت اندوز ہونے کی عادی ہو چکی ہیں، وہ کوشش کریں کہ ان کی زبانیں خدا کی حمد وثنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام اور تلاوت قرآن سے لذت اندوز ہونے لگیں۔ جن لوگوں کی آنکھیں فحاشی اور عریانی کو دیکھ کر لطف لیتی ہیں اور جن لوگوں کے کانوں میں برائی اور بے حیائی کے کلمات رس گھولتے ہیں، انہیں کوشش کرنی چاہئے کہ ان کی آنکھوں میں حیا پیدا ہو اور ان کے کان پاکیزہ کلمات سے لطف اندوز ہوں۔

جو لوگ برائی اور بے حیائی کے داعی اور مبلغ بنے ہوئے ہیں انہیں اپنے قول اور عمل سے نیکی اور تقویٰ کی دعوت دوسروں تک پہنچانے کا تہیہ کرنا چاہئے۔ جو لوگ نظام جاہلیت کے علمبردار اور پاسبان بنے ہوئے ہیں انہیں اسلامی نظام کے قیام کیلئے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو وقف کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس دنیا کی لذتوں اور زینتوں میں کھوئے ہوئے ہیں اور جن کی ساری دوڑ دھوپ اسی دنیائے فانی کے لیے ہے انہیں فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم آخرت کی لازوال اور غیر فانی لذتوں، زینتوں اور نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں گے اور اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو دنیا سازی

کی نذر نہیں کردیں گے۔ قرآن وحدیث اور دینی کتب کا مطالعہ برابر جاری رکھیں گے اور علم کی روشنی میں شاہراہ حیات پر سفر کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھیں گے۔ اس جذبے سے جو لوگ ماہ رمضان کا استقبال کرتے ہیں اور ان عزائم کے ساتھ روزے اور تراویح کا اہتمام کرتے ہیں ان کیلئے یہ مہینہ واقعی خیر وبرکت کا مہینہ ہے۔ رحمت ومغفرت اور آتش جہنم سے نجات کا مہینہ ہے۔ باقی رہے وہ لوگ جو اس ارادے سے نماز روزے شروع کرتے ہیں کہ رمضان کو الوداع کہنے کے ساتھ نماز اور دوسری تمام نیکیوں کو الوداع کہہ دیں گے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کا قلادہ گلے سے اتار دیں گے۔ لباس تقویٰ سے عاری ہو کر باقی گیارہ مہینوں میں ساری کسر پوری کردیں گے اور خوب دل کے ارمان نکالیں گے تو ان لوگوں کے لیے یہ مہینہ نہ رحمت ومغفرت کا مہینہ ہے اور نہ آتش جہنم سے نجات کا۔ قرآن مجید نے روزے کی فرضیت کا مقصد یہ بتایا ہے کہ اس سے روزے دار میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ یہ تقویٰ عارضی نہیں بلکہ ایک مستقل صفت ہے اور اس کا مرکز انسان کا دل ہے۔ جس دل میں یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے وہ اس سے تعلق رکھنے والے جسم کو سرتا پا خدا کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ اس کے ہر قول اور فعل کو تقویٰ کا پابند کر دیتی ہے اور اس کے ایک ایک لمحے کو اور پوری زندگی کو خدا ہی کی بندگی میں بسر کرواتی ہے۔ اگر یہ کیفیت رمضان المبارک میں تو رہے لیکن رمضان کے بعد انسان خدا اور رسول کی اطاعت سے آزاد ہو جائے۔ فرائض و حقوق ادا نہ کرے۔ گناہوں سے نہ بچے۔ لوگوں کو نیکی کی دعوت نہ دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند وغالب کرنے کیلئے جدو جہد نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تقویٰ عارضی اور وقتی تھا جو رمضان کے ساتھ رخصت ہو گیا اور مستقل اور پائیدار تقویٰ اس لیے دل میں پیدا نہ ہوسکا کہ اس کیلئے نہ ارادہ کیا گیا نہ کوشش۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے عارضی نہیں بلکہ مستقل تقویٰ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد باری ہے کہ: ''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اس طرح اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور تم مرتے دم تک اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہو۔ اگر روزوں سے اس طرح تقویٰ پیدا نہیں ہوتا تو وہ عبادت نہیں بلکہ بھوک اور پیاس کی لاحاصل مشقت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ'': کتنے ہی (بدقسمت) روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی (رمضان المبارک میں) تراویح پڑھنے والے ہیں جن کو اپنی تراویح میں سوائے رات جاگنے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔'' بعض لوگ اس ارادے سے رمضان کے روزے رکھتے ہیں کہ رمضان المبارک کے بعد بھی باقی گیارہ مہینے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں گے لیکن وہ روزے کی حالت میں ان باتوں اور کاموں سے پرہیز نہیں کرتے جو روزوں کے اثر کو زائل کر دینے والے ہیں۔ ان کی مثال اس مریض کی سی ہے جو دوا تو پیے لیکن پرہیز نہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے روزے کی حالت میں بری باتوں اور برے کاموں سے پرہیز کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے تاکہ یہ اہم اور صبر آزما عبادت نتیجہ خیز ہو۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا اور پینا چھوڑ دے۔''

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزے کا مقصد نیکی اور سچائی کی تعلیم وتربیت ہے۔ اگر ایک شخص اس مقصد کو نظر انداز کرکے صرف بھوک اور پیاس ہی کو اصل مقصد قرار دے لیتا ہے، روزہ رکھ کر اپنی زبان کو جھوٹ اور باطل کلمات سے آلودہ کرتا ہے اور اپنی زندگی کے معاملات میں جھوٹ اور باطل طریقوں پر ہی عمل پیرا رہتا ہے تو ایسے روزوں سے تقویٰ حاصل نہیں ہوگا بلکہ ان کا حاصل بھوک اور پیاس کی تکلیف ہی ہوگی۔ روزے کی اس روح کو اجاگر کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اپنی زبان سے کوئی بے حیائی کی بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے۔ اگر کوئی اس کے ساتھ گالم گلوچ پر اُتر آئے یا لڑائی جھگڑا شروع کردے تو اس

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزے دار کو کھانے اور پینے سے اس لیے روکا جاتا ہے کہ

طبیعت بن جائے اور رمضان کے بعد بھی ہر بات اور کام میں وہ صبر وتحمل کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھے۔ یہ صبر تقویٰ بھی ہے کامیابی کی کنجی بھی۔ ایک اور حدیث میں روزے کے اس مقصد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور زیادہ واضح فرمادیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ''صرف کھانے پینے سے رُک جانے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ روزہ نام ہے اس بات کا کہ آدمی بے ہودہ اور بے کار باتوں اور شہوانی گفتگو کو زبان پر لانے سے رک جائے پس اگر تم روزے سے ہو اور اگر کوئی تمہیں گالی دے یا لڑائی جھگڑے پر اتر آئے تو اسے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔ میں روزے سے ہوں۔''

روزے کی اس حقیقت اور روح کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ اور اس کے ساتھ یہ عزم اور فیصلہ بھی کر لیجئے کہ آنے والے رمضان کا ہم پرتپاک استقبال کریں گے۔ دن کے وقت روزہ رکھیں گے۔ رات کو تراویح پڑھیں گے۔ قرآن مجید کو پڑھیں گے۔ سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ بھلائی کے کام خوب کریں گے اور برائیوں سے بالکل کنارہ کش ہو جائیں گے۔ روزہ صرف معدے کا نہیں ہوگا بلکہ فکر و خیال، کان اور آنکھ، ہاتھ اور پاؤں اور زبان بھی روزے سے ہوں گے۔ حلال وطیب مال کمائیں گے اور اپنے ضرورتمند اور محتاج بھائیوں کی مدد کریں گے۔ یہ سارے نیک کام صرف رمضان ہی میں نہیں کریں گے بلکہ مرتے دم تک ان پر عمل پیرا رہیں گے۔ ایسے ہی بامقصد روزوں کے بارے میں مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس مہینے میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد اور انتشار کے ساتھ گزرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔''

روزے میں بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کرنے کے ساتھ اس کے دوسرے بیشمار تقاضوں کو دیکھ کر آدمی حوصلہ ہار دیتا ہے اور سوچتا ہے کہ مجھ جیسا کمزور ارادے والا انسان جو بے شمار برائیوں میں مبتلا ہے اوّل تو بھوکا اور پیاسا ہی نہیں رہ سکتا اور اگر اس کی ہمت کر بھی لی تو دوسری بھلائیوں کا کرنا اور بے شمار برائیوں سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ یہ خیال محض ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ شیطان نیکی کی طرف بڑھنے والے انسان کے ارادے کو کمزور اور حوصلہ کو پست کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے اور نیکی کے ایک ذرے کو پہاڑ بنا کر سامنے لاتا ہے کہ خود ہی دیکھ لو اس بلند و بالا پہاڑ پر چڑھنے کا حوصلہ اور ہمت کہاں سے لاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ نیک بنکر رہنے کا ارادہ ہی ملتوی کردو۔ انسان شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ واقعی مجھ جیسے کمزور ارادہ اور کم حوصلہ انسان کیلئے نیکی کی ان بلندیوں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اس شیطانی وسوسے کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ اپنے اندر نیکی کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔ اور اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ روزے رکھنے، تراویح پڑھنے، برائی سے بچنے اور نیک کام کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ اگر آدمی عزم وارادہ کرلے اور خلوص کے ساتھ اللہ سے دعا کرے تو نیکی کا پہاڑ ذرہ بن کر سامنے آئے گا اور ذرہ بھر برائی پہاڑ بن جائے گی۔ اس ارادے اور دعا سے پہلے نیکی کا کرنا جس قدر دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اس ارادے اور دعا کے بعد نیکی کا کرنا اتنا ہی آسان اور بدی کا کرنا اتنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں خاص طور پر نیکی کی راہ ہموار و آسان کر دیتا ہے اور شیطانی قوتوں کو کمزور اور غیر موثر بنا دیتا ہے۔ بشرطیکہ آدمی ان سے بچنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور وہ جن جو برائی پھیلانے پر کمربستہ رہتے ہیں باندھ دیے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور پھر ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پھر کوئی دروازہ ان میں سے بند نہیں کیا جاتا۔ ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب رک جا اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گنہگار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے اور یہ سب کچھ رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔ اے اللہ کے نیک بندو! آپ

اور برائی سے بچنے کا عزم وارادہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے پچھلے گناہوں کی معافی مانگ کر آئندہ کیلئے